(غلام گردش)

''سنیک ہاؤس''

لندن سے صاحب کا فون تھا۔ملاقات ہونی چاہیے۔مگر میں تو لاہور میں ہوں اور ابھی لندن آنے کا کوئی پروگرام نہیں۔صاحب کہنے لگے،اسی لیے تو فون کیا ہے کہ لاہور آرہا ہوں۔تین دن بعد۔گفتگو کے بعد وقت اور دن مقرر ہو گیا۔حسبِ وعدہ،جب صاحب کے فارم ہاؤس پہنچا تو ملازمین نے بتایا کہ چڑیا گھر کی طرف گئے ہیں۔صاحب نے لاہور میں فارم ہاؤس کوئی چار سال پہلے بنایا ہے۔شہر کا سب سے بڑا فارم ہاؤس۔تقریباً بیس سے پچیس ایکڑ پر محیط۔جانوروں اور پرندوں کا شوق بھی کافی پرانا ہے۔گھر کے تمام نوکر فلپائنی تھے۔ان میں سے ہیڈ نظر آنے والا ملازم مجھے چڑیا گھر کی طرف لے گیا۔نایاب پرندے۔خوبصورت جانور۔صاحب ایک بڑے سے پنجرے کے باہر کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔پنجرے کی طرف دیکھا تو بہت بڑا اژدہا ایک شاخ پر لیٹا آرام کر رہا تھا۔پنجرے کے اندر دس بارہ بڑے حصے تھے۔ہر ایک میں مقامی اور غیر ملکی انتہائی خطرناک سانپ موجود تھے۔پنجرے کے باہر''سنیک ہاؤس'' لکھا ہوا تھا۔صاحب بڑے غور سے اژدہے اور دوسرے سانپوں کو دیکھ رہے تھے۔میری خالی کرسی ساتھ لگی ہوئی تھی۔سانپ پالنے کا نیا شوق پہلی بار دیکھا تھا۔صاحب ایک دم کہنے لگے،اتنے زیادہ اور خطرناک سانپ دیکھ کر کیا محسوس کر رہے ہو۔میرا جواب سادہ سا تھا۔مجھے تو بالکل پسند نہیں آئے۔انکا تو کوئی فائدہ نہیں۔صاحب انتہائی سنجیدگی سے میری طرف چہرہ کر کے کہنے لگے،برخوردار،پاکستان کی سیاست کو سمجھنے کیلئے سانپوں کو پالنا اور ان پر غور کرنا بے حد ضروری ہے۔یہ پورا ملک ایک''سنیک ہاؤس'' بنا دیا گیا ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ تمہارے ملک میں اکثر لوگ لگتے انسان ہیں مگر خصلت کے حساب سے زہریلے ناگ ہوتے ہیں۔مگر اس سچ کو یہاں تسلیم کوئی نہیں کرتا۔اور ہاں،یہ سانپ انتہائی قیمتی ہیں۔تین سے چھ کروڑ روپے خرچ کر کے اکٹھے کیے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد ہم دونوں مین ڈرائنگ روم میں آ گئے۔صاحب نے بلیک کافی منگوائی اور آرام سے چسکیاں لینی شروع کر دیں۔پوچھنے لگے۔تمہارے ملک کے حالات کیسے ہیں۔یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔میں نے بظاہر سوچ کر جواب دیا۔جمہوریت ہے۔معمولی نوک جھوک چلتی رہتی ہے۔آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائیگا۔جمہوری نظام میں تلخی اور ترشی اپنی اپنی جگہ موجود رہتی ہے۔صاحب نے قہقہہ لگایا۔تمہاری کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔نوکر کو زور سے آواز دی۔چرچل کا سگار لیکر آؤ۔مجھے اندازہ ہے کہ صاحب کے پاس دنیا کے بیش قیمت سگار موجود ہوتے ہیں۔چرچل اس وقت سلگاتے ہیں جب سوچ کر جواب دینا ہو۔نوکر دس منٹ میں خوبصورت طشتری میں موٹا سا سگار لیکر آیا۔صاحب نے سگار کاٹ کر پینا شروع کر دیا۔جمہوریت۔کونسی جمہوریت۔مجھ سے طنزیہ سوال کیا۔میں تمہارے ملک کی بات کر رہا ہوں۔یوکے کی نہیں۔ویسے جمہوریت تو خیر مجموعی طور پر کہیں بھی موجود نہیں۔پر تمہیں اپنے ملک میں جمہوری نظام کے موجود ہونے کا کیسے شبہ ہوا۔انتہائی تہذیب سے جواب دیا۔گزشتہ پندرہ سال سے پاکستان میں الیکشن ہو رہے ہیں۔سیاسی جماعتیں اپنے لیڈران کو ایوان میں لیکر آتی ہیں۔انہی میں سے کوئی وزیراعظم بنتا ہے،کوئی وزیراعلیٰ،کوئی وزیر،کوئی گورنر۔صاحب نے کھڑکی کی طرف دیکھا۔شیشے میں سے دور درجنوں ہرن کھیلتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔برخوردار،میرا تمہارا مذاق تو نہیں

ہے۔ میں نے بھی نفی میں سر ہلایا۔ مگر یہ کہنا کہ پاکستان میں کبھی جمہوریت تھی یا اب ہے۔ یہ سب بے معنی سے سفاک لفظ ہیں۔ جمہوریت نام کی چڑیا کا کم از کم، تمہارے ملک سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں، شائد جنوبی کوریا، جاپان، یوکے اور فرانس میں انکے نظام کو قدرے جمہوری کہا جاسکتا ہے۔ صاحب کی بات بالکل پسند نہیں آئی۔ سگار کی خوشبو پورے کمرے میں پھیل چکی تھی۔ صاحب، خاموشی سے کمرے کے ایک کونے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے بھی پلٹ کر دیکھا تو پریشان ہوگیا۔ ایک انتہائی خوبصورت چھوٹا سا سانپ، ایرانی قالین کے کونے پر بیٹھا ہوا تھا۔ پیلے رنگ کا۔ جسم پر سفید دھاریاں بنی ہوئی تھیں۔ صاحب بولنے لگے۔ ڈرومت۔ یہ دنیا کا سب سے زہریلا سانپ ہے۔ اسے اوراسطرح کے درجنوں سانپ جنوبی امریکہ کے جنگل ایمازون سے منگوائے ہیں۔ اپنے ہوائی جہاز میں رکھ کر لایا تھا۔ اسکا زہر نکال دیا گیا ہے۔ اب یہ میرا پالتو جانور ہے۔ ہر جگہ میرے ساتھ جاتا ہے۔ اسکا نام ''ہنری'' ہے۔ ہنری آہستہ آہستہ رینگتا صاحب کی کرسی کے نزدیک آ گیا۔ صاحب نے بڑے پیار سے ہنری کو اُٹھایا اور سامنے رکھی ہوئی قیمتی لکڑی کی میز پر رکھ لیا۔ ہنری کیلئے ایک چھوٹا سا اُبلے ہوئے گوشت کا ٹکڑا پلیٹ پر رکھا ہوا تھا۔ ہنری نے گوشت پر اس تیزی سے حملہ کیا یعنی کھانا شروع کیا کہ میں حیران رہ گیا۔ صاحب نے گفتگو جاری رکھی۔ یہ تین دن بھوکا رہتا ہے۔ اسکے بعد کھانا کھاتا ہے۔ پھر اسے کچھ ہوش نہیں رہتا۔ نہ اپنا اور نہ کسی اور کا۔ یہ آرام سے سو جاتا ہے۔ میری نظر سانپ پر جمی ہوئی تھی۔ دس بارہ منٹ بعد ہنری ایک رسی سی میں تبدیل ہو کر قالین پر لیٹ گیا۔ صاحب نے اسے پیار سے دیکھا اور بڑے آرام سے پکڑ کر کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔ میرا سوال تھا، آپ یہ سب کچھ مجھے کیوں بتا رہے ہیں۔ ہم تو ملکی حالات پر بات کرنے کیلئے جمع ہوئے ہیں۔ تم کچھ نہیں سمجھو گے۔ موجودہ حالات کو بھی نہیں۔ اسکے بعد آنے والے واقعات کو بھی نہیں۔ تمہاری ذہنیت مکمل طور پر پاکستانی ہے۔ دراصل ہنری اور تمہاری ملکی قیادت میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں کچھ عرصے کیلئے نمائشی طور پر بھوکے رہتے ہیں۔ زہر بھری اور لچھے دار باتیں کرتے ہیں۔ مطلب صرف ایک ہوتا ہے کہ انہیں معقول کھانا نہیں مل رہا۔ چنانچہ فوری طور پر انکے کھانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ہنری سانپ ہے۔ لہذا گوشت کھا کر سو جاتا ہے۔ تمہارے سیاسی رہنما اور سماجی پہلوان، ڈالر مانگتے ہیں۔ انہیں دولت کا اس قدر چسکا ہے کہ انکی بھوک ہی ختم نہیں ہوتی۔ یہ پاگلوں کی طرح دولت کمانے کیلئے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ اپنے آپکو بھی بیچ سکتے ہیں۔ ہاں، دام درست ملنے چاہییں۔ صاحب کی آواز میں کمال کا سکون تھا۔ ہنری کے اندر تو قدرتی شائستگی ہے۔ تمہارے سیاستدان تو ہر منفی کام کر سکتے ہیں۔ ہر اَبتر بات کہہ سکتے ہیں۔ کچھ بھی ان سے بعید نہیں۔ ہنری، سانپ ہے۔ مگر جھوٹ نہیں بولتا۔ ویسے سانپ تو کچھ بھی نہیں بولتے۔ مگر تمہارے ملکی وسائل پر قابض لوگ صرف جھوٹ بولتے ہیں۔ سچ سے انکا کوئی واسطہ نہیں۔ یہ ہنری جیسے سانپ سے بھی حد درجہ خطرناک ہیں۔ سانپ تو ایک بار کاٹ لے، تو اسکا زہر ختم ہو جاتا ہے۔ زہر دوبارہ بننے میں ایک ہفتہ لگتا ہے۔ تمہارے لیڈر تو دن میں عام لوگوں کو اَن گنت بار کاٹتے ہیں اور انکا زہر ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا۔ لوگ زہر سے مرتے جاتے ہیں۔ مرتے دم تک قومی لیڈران انہیں مختلف جعلی نعروں سے بہلاتے ہیں۔ کوئی روٹی، کپڑا اور مکان کی دھن پر لوگوں کو بیوقوف بناتا ہے۔ کوئی ''میڈ اِن پاکستان'' بن جاتا ہے۔ کوئی شفافیت کے نعرے کو وظیفہ کی طرح ادا کرتا ہے۔ کوئی ہر چیز تبدیل کرنے کا نعرہ بلند کر دیتا ہے۔ مگر کاٹتے سارے ہی ہیں۔ اپنے اپنے انداز اور اپنے اپنے طریقے سے۔ خاموشی سے صاحب کی طرف دیکھ

رہا تھا۔جس کرسی پر تم بیٹھے ہو،اسی کرسی پر وہ تمام لوگ بیٹھتے ہیں جو تمہارے ملک کی قسمت کے مالک بنتے ہیں۔کبھی میرے لندن والے گھر میں آجاتے ہیں اور کبھی میرے سپین والی تفریح گاہ پر۔تمہارا ہر بڑا آدمی ایمانداری کی باتیں کرتا ہے۔ملک کی بدحالی کا رونا روتا ہے۔مجھ سے اقتدار میں آنے کیلئے مدد مانگتا ہے۔مگر تمام باتوں کے باوجود، جاتے ہوئے، ڈالروں سے بھرا بیگ لیجانا نہیں بھولتا۔تقریباً ایک ملین ڈالر کا ایک بیگ گاڑی میں فلپائنی ملازم رکھ دیتا ہے۔تمہارے کسی لیڈر نے آج تک بیگ واپس نہیں کیا۔ بلکہ واپس پہنچ کر شکریہ ادا کر کر کے زبان تھک جاتی ہے۔اسکے علاوہ بھی پوری دنیا میں جہاں بھی چاہیں،انہیں پیسے مل جاتے ہیں۔مگر آپکو اسکا کیا فائدہ ہے۔یہ تو دولت کا زیاں ہے۔صاحب نے مسکرا کر مجھے دیکھا۔ہنری کو جیب سے نکالا اور پیار سے ساتھ والے صوفے پر لٹا دیا۔ہنری، گہری نیند سویا ہوا تھا۔صاحب نے جواب دیا۔میں نے اپنا حساب رکھا ہوا ہے۔اگر میں کسی لیڈر کو ایک ملین ڈالر تحفہ میں دیتا ہوں تو بیس ملین ڈالر واپس وصول کرتا ہوں۔میرے ذہن میں ایک کیلوکلیٹر ہے۔اس میں ایک معاشی فارمولا ہے۔یہ ایک ڈالر سے بیس اور کئی بار ایک سو ڈالر بنا دیتا ہے۔مگر کیسے۔یہ کیسے ممکن ہے۔

صاحب نے غصہ سے کہا۔تمہیں طاقت کے کھیل کا کچھ نہیں پتہ۔جب ہمارے پیسے کی قوت سے کوئی بھی شخص، اقتدار میں آتا ہے تو میں اس سے تمام جائز اور ناجائز کام کرواتا ہوں۔اربوں روپے کے ٹھیکے، بین الاقوامی مالیاتی اداروں سے قرض دلوانا، ہر طرح کے رابطے۔ان تمام کاموں کے دام ہوتے ہیں۔یہ پیسے بڑی تسلی سے میرے اور انکے اکاؤنٹ میں جمع ہوتے رہتے ہیں۔تمہارے اہم ترین لوگوں کے مالی مفادات کی حفاظت کرتا ہوں۔انکی مدد کرتا ہوں۔وہ میرے سے خوش رہتے ہیں۔ایک دلچسپ بات اور بھی، سب، دوسرے فریق کو بے ایمان، کرپٹ اور جاہل کہتے ہیں۔سیاسی مخالف کو ملک دشمن گردانتے ہیں۔اپنی ایمانداری اور قابلیت کو بڑھ چڑھ کر بیان کرتے ہیں۔مجھ سے اقتدار کو طویل کرنے کے گُر اور عملی اقدامات پوچھتے ہیں۔واپسی پر انکی گاڑی میں ڈالروں والا ایک بیگ ضرور رکھ دیا جاتا ہے۔آج تک کسی نے پیسے قبول کرنے سے انکار نہیں کیا۔جیسے ہی جاتے ہیں۔شکریہ کا فون ہمیشہ آتا ہے۔ہاں، اکثر اوقات اپوزیشن والے بھی اسی کمرے میں آکر منتیں کرتے ہیں، کہ زیادہ انتظار نہیں کر سکتے۔انہیں عوام کی خدمت کا شوق ہے۔انہیں فوری طور پر اقتدار میں لایا جائے۔انکے قومی اور بین الاقوامی رابطے کرواتا ہوں۔ان سے شرائط طے کرتا ہوں۔اکثر اوقات یہ مانگے بغیر نذرانہ بھی ادا کرتے ہیں۔جب جزئیات طے ہو جاتی ہیں، تو تمہارے ملک کے حالات اتنے اَبتر کر دیے جاتے ہیں، کہ لوگ ہنگامے کھڑے کر دیتے ہیں۔حکومت تبدیل ہو جاتی ہے یا کر دی جاتی ہے۔ہمارا کام چلتا رہتا ہے۔یہ کھیل ملکی مفادات کے نام پر کھیلا جاتا ہے۔

آخری سوال تھا، کہ اگر کوئی لیڈر طے کردہ شرائط کو پورا نہیں کرتا۔تو پھر کیا ہوتا ہے۔صاحب نے سنجیدگی سے میری طرف دیکھا۔ہنری کو جیب میں ڈالا اور اپنے چڑیا گھر کی طرف لے گئے۔اژدہے والے کمرے کا دروازہ کھولا۔ہنری کو جیب سے نکالا۔اور اندر پھینک دیا۔سوئے ہوئے اژدہے نے پھرتی سے چھوٹے سے سانپ کو نگل لیا۔ایک آنکھ کھول کر صاحب کی طرف دیکھا جیسے شکریہ ادا کر رہا ہو۔صاحب نے کہا، وعدہ خلافی کی صوت میں اس شخص کو کسی بڑے اژدہے سے مروا دیا جاتا ہے۔دراصل جسے تم

اپنا ملک کہتے ہو، یہ ایک سنیک ہاؤس ہے۔ بڑا سانپ چھوٹے سانپ کو کھانے کیلئے ہر دم تیار ہوتا ہے۔ پر تسلیم کوئی نہیں کرتا۔ واپسی پر میرے ذہن میں صرف دو لفظ گردش کر رہے تھے۔ سنیک ہاؤس۔ سنیک ہاؤس!

راؤ منظر حیات